

46547- کیا بار بار اپنی جانب سے حج کرنا افضل ہے یا کہ رشتہ داروں کی جانب سے؟

سوال

کیا انسان کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ بار بار اپنے لیے ہی نفل حج کرتا رہے یا اپنے فوت شدہ رشتہ داروں یا زندہ رشتہ داروں کی طرف سے کچھ برس حج کرے، یعنی ایک سال اپنا اور دوسرے برس کسی ایک رشتہ دار کی طرف سے؟

پسندیدہ جواب

افضل تو یہ ہے کہ وہ اپنی جانب سے ہی حج کرے، کیونکہ یہی اصل ہے اور اپنے اور اپنے رشتہ داروں اور سب مسلمانوں کے لیے دعاء کرے، لیکن اگر اسکے والدین یا ان میں سے کسی ایک نے فرضی حج نہ کیا ہو تو وہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرتے ہوئے اپنا حج کرنے کے بعد فوت یا عاجز ہونے کی صورت میں ان کی جانب سے حج کر سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ حج یا عمرہ کرے، وہ دونوں کی جانب سے ایک ہی عمرہ نہیں کر سکتا، اور نہ ہی ایک ہی حج میں انہیں جمع کر سکتا ہے۔ انتہی

دیکھیں: فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث
العلمیة الافتاء (66/11).

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے
مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

ایک عورت اپنی فوت شدہ والدہ کی جانب سے حج کرنا چاہتی ہے اس کی والدہ فرضی حج کر چکی تھی، کیا اس کی جانب سے حج کرنا افضل ہے یا اس کے لیے دعاء کرنا؟

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا:

”افضل یہ ہے کہ حج اپنا کرے اور والدہ کے لیے دعاء کرے، اس لیے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین قسم کے اعمال منقطع نہیں ہوتے: صدقہ جاریہ، یا نفع

مند علم، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعاء کرتی ہو”

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ نہیں فرمایا کہ نیک اولاد جو اس کی جانب سے حج کرے، یا روزے رکھے، یا صدقہ کرے،
یا اس کی جانب سے نماز ادا کرے۔

لہذا جب ہمیں سائل یہ پوچھتا ہے کہ
افضل کیا ہے کہ میں نماز پڑھ کر اس کا ثواب والد کو پہنچاؤں، یا اپنے والد کی جانب
سے صدقہ کر کے اس کا ثواب والد کے لیے کر دوں، یا کہ اپنے والد کے لیے دعاء کروں؟

تو ہم کہیں گے کہ: افضل یہ ہے کہ آپ
والد کے لیے دعاء کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ علم والے،
اور ہم سے زیادہ نصیحت کرنے والے، اور ہم سے زیادہ فصیح تھے، انہوں نے یہ نہیں
فرمایا کہ: یا نیک اولاد اس کے لیے عمل کرے، بلکہ یہ فرمایا:

” نیک اولاد اس کے لیے دعاء کرے ”

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہماری یہی راہنمائی فرمائی ہے ” انتہی

دیکھیں: فتاویٰ ابن عثیمین (251/21)

.)

واللہ اعلم.